وہی کام میری آنکھوں کی خونفشانی میرے سینوں کے داغوں کے لئے کرتی ہے۔

تاثیرِ گریہ

نماید گریۂ ما نیز گر نیرنگ تاثیرے　　گلِ صد کام در داماں حریفاں میتواں کردن

پشیمانی

دلا زیں شکوۂ بیداد و ستم یاد جفا بگذر　　پشیماں گر شوی او را پشیماں میتواں کردن
ز آہِ گرمِ ما سوزد دلِ خود آں بتِ کافر　　بلے ایں شعلہ را در سنگ پنہاں میتواں کردن

عاشقانہ

بہوائے آہ سردم دلِ بے نوا نشستہ　　چہ خوش است غنچہ کو برہِ صبا نشستہ
جرسِ رہِ ادب ہا بترانۂ خموشی　　گرہے بشد فغان و بگلوئے ما نشستہ
پئے دیدنم بیا زد و مگو کہ آفتاب ست　　تو سوار شو کہ او ہم شود از حیا نشستہ
بکشا ز بند بندش گرہے ز کارِ ما تیز　　کہ ز کلفتِ تو دل تنگ ہمہ در قبا نشستہ
شدہ طبیب لبہا نظرے بہ عشقِ حیراں　　کہ بدرد بید دا زاں لبِ جانفزا نشستہ

تغزل کے لحاظ سے یہ غزل بہترین کہی جاسکتی ہے۔

عاشقانہ

تمام خواہش دل را بیک ادا کردی　　چگونیت کہ چہ بر جہان مبتلا کردی
دوائے عشق وصال و ندیدنت پرہیز　　تو زہرِ ہجر چشاندی مرا خطا کردی
ہنوز کشتۂ بیداد و خنجرِ نازم ــــــ　　تدارکے کہ نمت گفتی و کجا کردی
بزورِ ناتوانی کو آبِ ارغوانی　　باز آیدم جوانی ساقی چو مہربانی

بیزبانی

مقصود ما نہانی انکار ما عیانی　　ما ہیم و بیزبانی یارست و خوش بیانی
من حسنِ ظن فزودم در خدمتِ تو کم کم　　آخر یقین شدایم بسیار بدگمانی

از گریہ خاک بر سرِ ایں آبرو کنی　　　خوش باشد آب تازہ رواں گر بجو کنی
مکشائے دیدہ جز بہ رخِ دوست زینہار　　　ایں چاک را بسوزنِ مژگاں رفو کنی

ذیل میں ان کے چند منتخب اردو اشعار بھی درج کئے جاتے ہیں تاکہ اردو میں ان کی طرز سخن گوئی اور طبیعت کی جولانی کا اور اس زمانہ کی زبان کا کسی قدر اندازہ ہو سکے ۔

راہِ طلب میں گرم روی وہ کہاں ہے اب　　　مستِ غبار پیا ہیں کارواں ہے اب
دل جا چکا تو سوزشِ آہ و فغاں ہی　　　آتش تو بجھ گئی یہ نکلتا دھواں ہے اب

کیا فائدہ میری جستجو کا　　　کھویا میں گیا ہوں اس کو پا کر
مجلس میں ذلیل ہم نہ ہوتے　　　دیتے نہ اٹھا جو تم بٹھا کر
سنتا نہیں میری میں سنوں کیوں　　　جو چاہے سو تو مجھے کہا کر

دوریٔ اہلِ نظر مانعِ نظارہ نہیں　　　آئینہ ہے کہ ترا محوِ تماشا میں ہوں
دل اگر سرد ہوا داغ کے مرجھانے سے　　　عشق کہتا ہے نہ کھا غم چمن آرا میں ہوں
قابلِ دید ہے یہ جوشِ بہارِ تازہ　　　گل ہے سودا ترا اور بلبلِ گویا میں ہوں
توڑ کر عہد کبھی تم نہ پشیمان ہوئے　　　سر سے لے تا بقدم شرمِ تقاضا میں ہوں
کیا کہوں کس سے کہوں کون ہے شناسائے عشق　　　بزم میں ہوں بھی اگر جان کہ تنہا میں ہوں

کیا شوق بوسۂ لب ساقی ہے دیکھیے　　　کب مثلِ جام بادہ مرے لب پہ جاں نہیں
ظاہر ہوئی کشش نہ نمایاں ہوا ہے زخم　　　غمزہ نہیں ہے تیر و ابرو کماں نہیں
غم تیرا کیا بسا دلِ خانہ خراب میں　　　دل جسم میں نہیں ہے مرے دل میں جاں نہیں
غم تیرا تیرے آنے سے دل سے نکل گیا　　　سچ کہتے ہیں کہ عیش و خوشی جاوداں نہیں
آرام کے خیال کا دل پر جو ہو گذر　　　کہتا ہے درد دور کہ خالی مکاں نہیں

ہوائے شوق میں اُڑتی ہے حسرتِ پرواز　　　جو بند ہوں میں قفس میں تو کیا کروں پر کو

سبھی ہیں بزم میں غش کس ادا سے چلتا ہے — ملے جو ہاتھ سے ساقی کے پاؤں ساغر کو
بروز حشر بہت گرم ہو رہے خورشید — کروں گا چادر سر اپنے دامن تر کو

تمہارے دیکھنے کا شوق ان کو یہ ہوا دیکھو — کہ جان و دل ہمارے دونوں آنکھوں میں آ ٹھیرے
نہ جا سکتے ہیں یاں تھا ان کے نہ ان کو روک سکتے ہیں — انہی کی مہربانی ہے جو ہم بیدست و پا ٹھیرے
دل خونیں ہمارا ابھی کر دیا پامال احساں ہے — عبث تم دستگیر طائر رنگ حنا ٹھیرے
اسی خواہش میں لے گل دمبدم بیخود قفس میں تھے — کہ ہم بھی بھیجیں کچھ پیغام گر پیک صبا ٹھیرے
طریق عشق کے سب سالکوں کو میں نے دیکھا ہے — گئے چل ابتدا میں کچھ تو پھر بے انتہا ٹھیرے

چہرۂ تاباں کو اس کے مے سے روشن دیکھئے — آتش آتش کے لئے ہوتی ہے روغن دیکھئے
محتسب سے بڑھ کے میں ہوں شر بے دشمن دیکھئے — طوق میرا ہاتھ اور مینا کی گردن دیکھئے

آخر میں میں اپنے دوست مولوی عمر الیافعی صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ جن کے اہتمام اور نگرانی میں یہ دیوان طبع ہوا۔ بعض ضروری نوٹس بھی چند مقامات پر تحریر فرما کر صاحب موصوف نے مجھ کو ممنون فرمایا اور کاپیوں کی تصحیح میں بیش بہا مدد دی ہے۔ والسلام

محمد عبدالباسط

عثمان پورہ حیدرآباد دکن
۱۶ محرم الحرام ۱۳۵۹ھ

حضرتِ عشق کی زندگی
کے
کچھ حالات

راقم الحروف نے بوقت ترتیب دیوان مولوی عبد الرب صاحب مدظلہٗ نبسۂ حضرت موصوف سے اپنے ایک خانگی خط میں درخواست کی تھی کہ وہ حضرت عشقؔ کے چشم دید حالات سے مطلع فرمائیں تاکہ ان کو دیباچہ میں درج کر دیا جائے۔ صاحب موصوف نے اس کے جواب میں جو حالات تحریر فرما کر بھیجے ہیں وہ حضرت عشقؔ کے پایان عمر کے حالات کی ایک بے نقاب تصویر ہے اسلیے بجنسہٖ اس کو درج ذیل کیا جاتا ہے۔ غالبًا اس کا مطالعہ ناظرین دیوان کے لیے خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔

چند روز پہلے آپ نے فرمائش کی تھی کہ ہمارے نانا جعل الجنۃ ماواہ کے کچھ حالات لکھ بھیجوں۔ خط دیکھ کر میں سوچتا رہا کہ کیا لکھوں۔ ان کی رحلت کے وقت میں طفل چہار دہ سالہ تھا۔ ان کی زندگی میں کوئی ایسی خاص بات نہ تھی جو سپرد قلم ہو سکے سوائے اس کے کہ چٹائی پر بیٹھتے تھے۔ قالین شطرنجی نصیب نہ تھی۔ نہ کبھی اس کا ان کو خیال آیا۔ کھانا اچھا کھا نا جانتے تھے۔ اچھا کھانا کبھی میسر نہ آیا۔ طبیب حاذق تھے۔ ہاتھ میں شفا تھی۔ لوگ معتقد تھے۔ میٹھے حلوے لوز وغیرہ بعض لوگ بھیجا کرتے تھے۔ کھانے والے بہت تھے۔ سب سے بڑے حقدار اور ممتاز حقدار ہم تھے۔ زیادہ حصہ ہمارے پیٹ میں جاتا تھا۔ میٹھے کھاتے تھے۔ اور انکی گود اور سینہ پر سوتے تھے۔ پوری ناز برداری ہماری ہوتی تھی .... یہ بھی کم عمر تھے مگر افضلیت اور فوقیت ہم کو حاصل تھی۔ ماہواری ۲۲۷ روپیہ وظیفہ ملتا تھا ....

اور گھر کی کئی چھوکریاں چھوکرے سب اسی وظیفہ میں پرورش پاتے تھے۔ بڑے دیگچہ میں موٹے چاول کا خشکہ دالچہ اور ایک ترکاری سالن پکتا تھا عرصہ تک .... بھی نہیں پرورش پاتے تھے باہر ہمیشہ دو تین مہمان رہتے تھے۔ پہلے کرایہ کے مکانوں میں رہتے تھے۔ آخری زمانہ میں موڑ خانہ (بیرون دروازہ چادر گھاٹ) کا مکان عبدالحی صاحب (فرزند اکبر) نے سات سو روپیہ میں کلانی سے خرید اتھا۔ جو نہایت مختصر تھا۔ پہننے کو کپڑے زاید نہ تھے۔ سات آٹھ پاجامہ۔ کرتے۔ تین چار شیروانیاں سفید جن کو "انتری" کہتے تھے اور چھپواری کے تین چار شاہیہ تین چار موٹے ململ کے عمامے تھے۔ بریلی کا صرف ایک جڑھاویں جوتا تھا باقی خیریت۔ کھپریل کے مکان میں عمر گذاری۔ ۲۴ گھنٹہ شطرنج کا تختہ بچھا رہتا تھا۔ آٹھ آٹھ روز مسلسل بازی چلتی رہتی تھی۔ سید ابراہیم صاحب عفو کے والد پیر ایک ایک مہینہ شطرنج کھیلنے کے لئے مہمان رہتے تھے نواب اسد علی خاں معروف بہ اسد میاں صاحب .... دو دو ہفتے صحبت میں رہتے تھے۔ اپنے گھر سے کھانا منگا کر کھاتے تھے۔ امیر اللہ صاحب امیر اور عباس علی خاں صاحب بھی اکثر شریک شطرنج رہتے تھے۔ اسی انہماک میں مطب گرم رہتا تھا کوئی آکے کہتا کہ بیگم صاحبہ کو رات بھر بخار رہا تو سو بار شطرنج کے تختہ پر نظر جما کر کہتے رہتے کہ "بیگم صاحب کو رات بھر بخار رہا، بیگم صاحب کو رات بھر بخار رہا" کوئی کہتا کہ حضرت "کھانسی چین لینے نہیں دیتی" تو حکیم صاحب بھی فرماتے چلے جاتے۔ کہ "کھانسی چین لینے نہیں دیتی" پھر نسخہ ارشاد ہوتا تو جمال جو کمپونڈر تھا دوا بنا دیتا۔ ایسی حالت میں پچاسوں شیشے قارورں کے دیکھنے اور نبض بھی دیکھتے مگر نظر تختہ پر رہتی دوا بھی ایسی تجویز ہوتی جو تیر بہدف ہو۔

مرزا سالک کے پاس کبھی مشاعرہ ہوتا۔ کبھی جنسی راجہ کے فرزند کے پاس تو شطرنج سے فارغ ہو کر غزل بھی لکھا کرتے۔ آخری زمانے میں خطاطی کا شوق پیدا ہوا تو زرین رقم خاں مدراسی کے شاگرد بنے۔ استاد صاحب شاگرد صاحب کا

ادب و احترام کرتے خود ہر دوسرے چوتھے روز گھر پر آکر اصلاح دیتے۔ قلم کیچ کے بیسیوں ریم مشق میں سیاہ و سُرخ ہوتے۔ خط بھی بہت درست ہو گیا تھا، نانا صاحب کا پہچیل کر دیا ہوا بروکا قلم اب تک نمبر کا میرے پاس ہے۔

اس اثناء میں فارسی کے بعض رسالے اور کتب مجھ کو پڑھاتے بھی تھے اور از بر کراتے تھے۔ مثل کریک دری وغیرہ۔ شطرنج سے فرصت ملی تو اقربا اور احباب کی نداوی اور عیادت کو بھی پیدل جاتے تھے۔ ہراج سے بیکار چیزیں کثیر مقدار میں خرید کر لاتے۔ دو ہراج خانوں کے دو مالک انگریز تھے روپیہ کے لئے ہمیشہ تقاضا رہتا۔

نواب مختار الملک کے پاس قدر و عزت تھی نواب صاحب کے انتقال کا بڑا صدمہ ہوا۔ رات کے ۸ بجے نواب صاحب کا انتقال ہوا۔ دس بجے رات کو دیوڑھی سے گھر آئے ہماری نانی نے پوچھا (کھانا کاڑوں) تو کہنے لگے کہ کھانا دینے والا چلا گیا میں کیا کھاؤں۔ ویسے ہی سو گئے۔ میں بھی ان کی گود میں سو گیا۔ غرض حرص و لالچ دنیا کے مال و منال کا کبھی خیال تک نہ آیا نہ اچھے مکان میں رہنے۔ نہ فرش فروش پر بیٹھنے کا کبھی خیال ہوا۔ امیر غریب جو ملاقات کو آتا چٹائی پر بیٹھتا۔ مزاج میں ظرافت بہت تھی ملاقات سے لطف اندوز اور معالجہ سے صحت یاب ہو کر جاتا۔ دنیا میں ایسی زندگی بسر کی جیسے کوئی مسافر سرائے میں چند گھنٹہ سستا کر چل کھڑا ہوتا ہے۔ دن میں کئی بار چائے پیتی اور حقہ اور چپا تو منہ سے کبھی جدا نہیں ہوتا تھا۔ سید صاحب[1] مرحوم کہتے تھے کہ منطق میں بڑا دخل تھا۔ دارالعلوم کے اساتذہ کی تفہیم سے تشفی نہ ہوتی تو وہ صاحب[2] کے پاس آکر مسائل کو

---

[1]:۔ سید حمد صاحب ان کا نام تھا مدراس کے سادات نجیب الطرفین سے تھے۔ عمر بھر طالب علمی کرتے رہے۔ اطلبوا العلم من المہد الی اللحد۔ کے پورے پورے مصداق تھے فلسفہ و منطق کا بہت شوق تھا۔ آخر زمانہ میں مولوی سید ورالدین صاحب مرحوم کے شاگرد بھی ہو گئے تھے [2] حضرت کو گھر تمام چھوٹے بڑے "صاب" (مخفف صاحب) کے نام سے بلاتے تھے۔

نہایت تشفی بخش طریقہ سے صاف کر لیتے تھے میں اکثر دیکھتا تھا کہ مصر کی مطبوعہ عربی کتابوں کا اکثر و بیشتر مطالعہ کرتے تھے غرض بڑی جامعیت کے بزرگ تھے ..... حضرت مرحوم علاوہ انتہا درجہ کے سخی ہونے کے صبر و رضا و تسلیم کے صفات سے متصف تھے اور تکالیف کی برداشت کا پورا مادّہ ان میں تھا۔ پیٹھ میں راج پھوڑا ہو گیا تھا۔ ڈاکٹر منی صاحب کے دواخانہ کو نذر کرانے کے لئے گئے ہیں بھی ساتھ تھا۔ کلوروفارم لینے سے انکار کیا ڈاکٹر نے ایک کلدار روپیہ کے برابر دو شگاف آڑے اور کھڑے کے دیئے۔ کئی طشت مادہ خارج ہوا اُف تک نہ کی پسینہ کے دھار جاری تھے .... "

حدیقۃ المرام فی تذکرۃ العلماء الاعلام مصنفہ

مولوی مہدی واصف ۱۲۷۹ ہجری

مطبع مظہر العجائب مدراس

صفحہ (۱۴۰) :-

مولوی عبدالباسط ابن شیخ محمد مہدی

مؤلف الحدیقۃ ۔ شاذ کی لہ مہا رتہ فی

العربیۃ والفارسیۃ والانجلیزیۃ لاسیما فی علم الطب لہ حذاقۃ کاملۃ و ہو نزیل میسور مضافاتہا فی بعض الاشغال لازال سالما

تذکرہ اشارات بینش مؤلفہ سید مرتضیٰ تخلص بینش

(۱۲۶۵ھ مطبوعہ مدراس (صفحہ ۱۳۲)

عشق تخلص عبدالباسط خلف الرشید محمد مہدی واصف است جوان مہذب الاخلاق وسنجیدہ وضع وکتب عربیہ وفارسیہ پیش زین العابدین نامی کہ خال اوست خواندہ واکثر در صحبت خان عالم خان فاروقی فیض ہا بردا شتہ اصلاح سخن ہم ازو می گیرد، غرض با وجود سرعت فکر، خوش تلاش وبلند خیال است، اما از توغل تحصیل علوم مشق شعر کمتر میدار د از وست ــــ

در چمن روزگار چوں گل شبنم زدہ
دیدہ گریاں کشائے بر رخ خنداں صبح

دل بر دیار گویہ وزاری نمی رسد
دل زندہ است تعزیہ داری نمیرسد

طفلان مکتب اند بذکر تو مشتغل
نوبت بیاد خالق وباری نمیرسد

مے اگر دشمن خرد باشد
باخبر دشمناں چہ بدباشد

کنم سررشتۂ امید با خیاط او محکم | کہ سازد ایں دلِ مشتاق را گوئے گریبانش
ز ابروئے تو عیاں گشتہ اوجِ پایۂ تیغ | رخ تو در تہ آں خلد زیر سایۂ تیغ
بلے زبہار رخ تو جملہ را | سقف گل و در گل و دیوار گل
چیدن گل خواہی و ترسم بلے | دست تو بس نازک و پر خار گل
بردزہ تیرہ ام منگر بلطف گوہرم بنگر | چو اشکِ سرمہ زیاں، در غبار سرمہ می آیم
بار کسوت بر نتابد از سبک روحی تنم | بس یو وہم چو سخن تار نفس پیراہنم
در غم دور از رخت چنداں پلک را گو نیا | کردہ ام ایں چاک را از سوزن مژگاں رفو
در غم آں خال گشتم خالی از زہد و ورع | سبحۂ صد دانہ را کردم بکار دانۂ
مستانہ نواسنج غمت ہر دلِ تنگے | در میکدہ ات قلقل ہر شیشہ برنگے

تذکرۂ گلزار اعظم مؤلفہ نواب غلام غوث خان اعظم

مطبوعہ سنہ ۱۲۷۲ ہجری صـ ۲۶۴

عشق:- تخلص حکیم عبدالباسط پسر مولوی محمد واصف است در سن یک ہزار و دو صد و سی و ہشت ہجری در شہر مدراس از تنگنائے عدم بشاہراہ وجود رسید و کتب عربیہ و فارسیہ بقدر ضرورت از پدر خود و حاجی زین العابدین کہ خال اوست و خان عالم خاں بہادر فارق بسند رسانید اصلاح سخن از ایشاں دارد و غزل و قصیدہ بکمال سرعت می نگارد زبان انگریزی دیا نزدہ فن طب فرنگی از مستعدان اہل لسان آموختہ و بہرۂ وافی اندوختہ ہموارہ بمعالجۂ علیلاں می پردازد و اوقات خود دریں کار صرف می سازد۔ سرگذشت روزگار و احوال ہر دیار بہر ہفتہ یک بار بقالب طبع می آرد نامش "تیسیر الاخبار" نہادہ اشتہار می دہد۔ قیس مزاجش در وادی

افکار بایں سوزش نالۂ عاشقانہ می کشد:۔ ؎

گفتم کہ "دل بردۂ تو ستم"، بخندہ گفت
"ایں تازہ شاعریست کہ مضمون بستہ گفت"

اے نقش نام روشنت آں گونہ خوش سواد
کز حرف حرف سرمہ بچشم نگیں کشد

گرمیٔ عشق تو زد در دل ناشادم آتش
خانہ ام کرد چو آتش کدہ آباد آتش

صد زباں میکند از شعلۂ پُرسوز بلند
از غم سوختگانست بفریاد آتش

خستۂ عشقم و ہر چارہ گرے بد تشخیص
رنج من گفتہ دگر یک مرض و صد تشخیص

دست برداشت زمن بوعلیٔ نبض شناس
طلبش نبض مریض تو کند رد تشخیص

بر زلف تو حال دل شیدا کہ کند عرض
سرگشتگیٔ قیس بلیلیٰ کہ کند عرض

بلب رسیدہ ز سودائے ابرو دم تیغ
دلیل قوت ضعف است قامت خم تیغ

بار کسوت بر نتابد از سبک روحی تنم
بس بود ہم چوں سخن تار نفس پیراہنم

می زنم بعد شہادت دم شاہی از خوں
شہدم راست سحرمہ دماہی از خوں

چشم ننوشت نشد از کشتن عشاق ملول
نشود سیر بلے مرد سپاہی از خوں

دیدہ بیدار تو از اشک ادر شست وشو
چوں قلندر شہریاں بے نماز و با وضو

در دلم ابروان تو تیغ دو و نیام یک
غمزہ بہر دو چشم تو تیغ یک و نیام دو

بر سر راہ آں صنم طرح نماز افگنم
سجدہ بنقش پا کنم کار یکے و کام دو

محبوب الزمن تذکرہ شعرائے دکن مؤلفہ مولوی عبدالجبار صاحب آصفی

حصہ دوم صفحہ ۸۵۳ مطبوعہ ۱۳۲۹ ہجری

عشق: حکیم عبدالباسط عشق تخلص، عبدالباسط نام، حکیم الممالک خان بہادر

"خطاب" "گلزارِ اعظم" کے مولف نے لکھا ہے کہ آپ مولوی محمد مہدی واصف کے فرزند دل بند ہیں۔ آپ کی ولادت باسعادت سنہ ۱۲۳۶ ہجری میں شہر مدراس میں واقع ہوئی اور آپ کی تربیت و تعلیم بھی وہیں ہوئی۔ آپ نے ابتدا میں والد ماجد اور اپنے ماموں حاجی زین العابدین کی خدمت میں کتب عربیہ و فارسیہ ختم کیں۔ اور خان عالم خان بہادر فاروق تخلص سے کتب عربیہ کی تکمیل کی اور حضرت فاروق[1] سے اصلاح سخن بھی لیتے تھے، آپ کی طبیعت کو شعر و شاعری سے زیادہ مناسبت تھی، غزل قصیدہ، مضامین کو کس بسرعت تمام موزوں کرتے تھے، آپ کے کلام سے معلوم ہوتا تھا کہ مضامین کی طبیعت میں آمد تھی گویا تازہ تازہ مضامین آپ کے میدانِ خیال میں دست بستہ کھڑے ہوئے ہیں۔ جب چاہتے تھے فی البدیہہ مضامین متفرقہ و معانی جدیدہ کا شیرازہ باندھ گلدستہ کی طرح اہل کمال و سخن سنجان نازک خیال کے جلسہ میں پیش کرتے تھے۔ بزرگان جلسہ آپ کے کلام فصاحت انجام کی داد دیتے تھے تحسین و آفرین کے ساتھ واہ واہ کہتے تھے، آپ فن طبابت یونانی و انگریزی میں قدرت کاملہ و ملکۂ تامہ رکھتے تھے۔ طب انگریزی حکمائے فرنگ سے اخذ کی تھی، زبان انگریزی کو مثل عربی و فارسی جانتے تھے، اکثر اوقات بیماروں کے معالجہ میں صرف فرماتے تھے، اور آپ تواریخ و واقعات سلف سے زیادہ رغبت رکھتے تھے اور زمانہ کے حالات سے واقف ہونا پسند کرتے تھے، بناءً علیہ آپ نے ایک اخبار مسمی "تمیز الاخبار"[2] جاری کیا تھا۔ یہ اخبار ہفتہ واری تھا۔ ہفتہ میں ایک بار طبع کرکے تقسیم فرماتے تھے، فقیر مولف کو یہ امر معلوم نہیں ہوا کہ وہ اخبار کب تک جاری رہا اور کب موقوف ہوا۔ آپ سر سالار جنگ مختار الملک بہادر مدار المہام سرکار عالی نظام کے عہد میں مدراس سے حیدرآباد دکن تشریف لائے۔ صیغۂ منصب میں ملازم ہوئے، مدت العمر صیغۂ مذکور میں مامور رہے ہمیشہ بیماروں کے معالجہ اور طلبہ کی تدریس میں مصروف رہتے تھے، آپ صاحب اولاد تھے

۱؎ شعرائے دکن صفحہ (۹۰۲) ۲؎ گلزارِ اعظم میں "تیسرالاخبار" لکھا ہے

آپ کے باقیات الصالحات سے خیرخواہ قوم جناب ملّا عبدالقیوم صاحب و مولوی عبدالحی صاحب و مولوی عبدالسّلام وغیرہ ہیں۔ ملّا صاحب ۱۳۲۲ھ میں فوت ہوئے۔ اور عبدالسلام مجذوب بھی فوت ہو گئے۔ مولوی عبدالحی سلمہ اللہ تعالیٰ یادگار باقی ہیں۔ ملّا صاحب و مولوی عبدالحی صاحب کا تذکرہ آگے ذکر کیا جائے گا۔ آخر عشق، صاحب ترجمہ نے ۱۳۰۲ھ ہجری میں اس دارفانی سے بعالم جاودانی رحلت کی، اِنّا للہ وانّا الیہ راجعون۔ اور آپ کی رحلت کی تاریخ آپ کے برادر زادہ مولوی عبدالواجد صاحب صاحب نے کہی۔ وھو ھٰذا :-

حضرت عشقؔ آنکہ بفضل و شرف | بود گرانمایہ و والا گہر
در شب پنجم ربیع نخست | کرد ز دنیا سوئے عقبیٰ سفر
تشکل گریبان بغمش خلق را | ہم دل و ہم سینہ شد و ہم جگر

واجدِ ما سالِ وفاتش نوشت
حادثۂ عشقِ جہانِ ہنر
۱۳۰۲ھ

اشعار وہی لکھے ہیں جو گلزار اعظم میں ہیں۔ اس لئے نقل نہیں کئے گئے۔

لہ صحیح سنہ ۷ رمضان ۱۳۲۴ھ ہے شعرائے دکن صفحہ (۱۳۹)

بسم الله الرحمن الرحیم

ز جہل و شرک مپرسید شرع و دین مرا — کنم نہ سجدہ بجز عقل آفرین مرا

طفیل احمدِ مرسل امیدِ بخشش ہست — وگرنہ بیم چہ گردد دلِ حزین مرا

محبِ آلِ محمد منم چو اصحابش — نفاق پیشہ بدل رہ دہی چہ کین مرا

کتاب و سنت و فقہ است مایۂ دانش — کہ حق فزودہ ازیں علمہا یقین مرا

سپاس ہادیِ مطلق ز جوشِ بدعتہا — تزلزلے نشدہ فکرتِ متین مرا

بداں صفت کہ رحیمی خدائے بے ہمتا (قطعہ) شفائے مردہ دلاں ساز دردِ دین مرا

دمِ شہادتِ عشقِ تو میزنم ہردم — دمِ مسیح بگرداں دمِ پسین مرا

زبان و دست ندارم ز کفرِ بالطاغوت — نگاہدار تو ایمانِ کمترین مرا

مقربانِ ترا خاکِ راہ باشم و بس — ادب چو سرمہ کشد چشمِ دوربین مرا

وجود راز شہودِ تو باز نشناسم — مرا بخلوتِ وحدت مکن قرین مرا

بدادِ دل نرسد گریہ ام اگر اے عشق

کہ تخمِ تو بہ کند سبز سرزمین مرا

حنا کہ بست کفِ شوخِ نازنین مرا — کہ بر زدست بخونِ من آستین م

منم کہ از تلفِ عقل و دینِ خود گریم — ازیں چہ غم بود آشوبِ عقل و دین م

امید ہست بدامانِ خود رساند یار — فشاندہ است ز دنیا چو آستین م

بمہرِ داغ رسیدہ است محضرِ درویش — کہ بعد ازیں نکنی رد دلِ حزین م

ز باغِ غنچۂ دل وا نگشت جذبۂ شوق — رساں تو غیرتِ گل رشکِ یاسمین مرا

اگرچہ آب بود از صفائے گوہرِ خویش — تو نقش سنگ بداں شعرِ دلنشین مرا

چگونہ دردِ خود اے عشق دل تو گوید

امانتی ست کہ لب بست از اں امین مرا

ز چشم بستہ دلم دید مہ جبین مرا — چہ دور بین کف آمد رصد نشین مرا

ز بس بشوقِ کسے میبرم ز خود نہاں — خبر ز رفتنِ من نیست ہم نشین مرا

چو دید راز دلم چشم کم نگاہ کسے — ندید با تو چرا حالتِ مبین مرا

عیاں ز جبہہ مہ داغ را کہ می بینی — نشانِ سجدہ بود کوئے مہ جبین مرا

نہ صبر آں کہ بدل خوں کنم گلِ مضمون — نہ تاب حرف و سخن خاطرِ حزین مرا

سخن بہ تلخ مذاقانِ دہر میگویم — ز سرکہ باز ندانند انگبین مرا

کنوں سزد کہ بناز آستیں برافشانی

گذاشت عشقِ تو بر دیدہ آستین مرا

ز گردِ کلفتِ غم نیست چیں جبین مرا — کہ برکشیدہ برو صبر آستین مرا

بجائے اشک دل آید بچشم گریانم — کہ تا نظارہ کنم یار دلنشین مرا
نگار خانۂ چین و نگار من ہیہات — ببین بہ دیدۂ انصاف آن و این مرا
بتار گیسوئے جانانِ من گرہ بندید — کہ رشتہ تنگ دلا زوے دم پسین مرا
بدستِ من چو صدف گوہرِ مراد آمد — گرفتہ است عرق شرم یا جبین مرا
ہمین نہ حسنِ دلارائے او برد ہوشم — کرشمہائے دگر ہست نازنین مرا
مباد آب شود سنگ توازان ترسم — بدل نہفتہ چہ داری شرار کین مرا
بغیر سجدۂ شوقت ازان بریزد ہیچ — ہزار بار زفشانند اگر جبین مرا
نہان زترسم [1] آسمان ایکاش — نقاب بر فتد از روئے مہ زمین مرا
بمہرِ چہرۂ رخ زچشم منش چو بردارد — زند بشمع دلِ زار آستین مرا
دلا تو پیشہ بکن صبر و دم مزن ہرگز — کہ صلح دیر بود زود خشمگین مرا
شہیدِ عشقم و تابوتِ من بدوش ملک — زاہلِ عرش کنی گوش آفرین مرا
زمکر و حیلتِ او می برم پنہ بخدا — کہ راہزن بود این نفس شوم دین مرا

منم ز ہرزہ درایان و او سخن سنجے
قرینِ من نکنی عشقِ بے قرین مرا

جگر خراشِ مکن جان آہنین مرا — کہ خامہ از رگ خود بس بود نگین مرا
چراغِ داغِ شب ہجر روشن است بدل — فتیلہ آہ بود جان آتشین مرا

---

[1] اصل مسودہ میں یہ الفاظ محو ہو گئے ہیں۔ غالباً "شود ماہ" ہوں گے ۱۲-

چہا خمار بسر داشت نرگس مستش | مدام می کشد اکنوں شراب کین مرا
نبرد قصۂ فرہاد خواب شیرینش | کہ گوش کردہ بجائے لب جبین مرا
کلاہ مہر و مہ از فرق آسماں فتد | کند نظارہ اگر اوج سرزمین مرا
ز دست رفتہ دل پارہ پارہ ام بنگر | بحلقہ حلقۂ زلفت نگین نگین مرا

زشعر برّ اثرم عشق آ زہید اشد
دعائے حضرت فاروق[1] برگزین[2] مرا

زخشم چین بجبیں نیست نازنین مرا | کہ ناز غنچۂ سرچین[3] است گل جبین مرا
چو مہر داغ جنونم زبس فروزان است | چراغ مطلع صبح است شب نشین مرا
چو بارہائے غمت حفظ شہر دل باشد | کشد چہ فوج ہوا باز سنگ چین مرا
زعجز فہم چہ اعجازہاست یاراں را | کہ بستہ اند لب سحر آفرین مرا
دلم ز سادگی جہل خویش پرکار است | کہ رو نقشے بنود از ورق نگین مرا
کجا چو سرو قدش سرو بوستان بینم | نظر بلند بود چشم دوربین مرا

جدا ز حضرت فاروق تا شدم اے عشق
زیاد رفت سخن خاطر حزین مرا

---

[1] - خان عالم خاں بہادر فاروقی استاد صاحب دیوان ۱۲ -

[2] - برگزیدہ ۱۲ - [3] سنگ ہائے برکید یگر چیدہ کہ بصورت قبہ سازند بر گرد آبادی ظاہر و چیدہ سہ

سختی کشان عشق ز آفات ایمنند ۔ این سنگ چین ہمیشہ دلا در حصار باش (اندراج)

نشستنی بنود هیچ گه زمین مرا | فلک بزیر قدم گرد کمترین مرا
بزار نالی او بسکه خنده زن شد | چه شادئیست بخاطر دل حزین مرا
سخن بوصف لب نوش کیست حیرانم | که روح قدس مگس گشت انگبین مرا
زبسکه آب شد از گریش دل پیکان | گذاشت تیر ستم زخم سهمگین مرا
زخاکساری من سبز سر بلند بها | نبوده ننگ غبار رسی بسر زمین مرا
منم که باغ گل داغ حسرتم یکسر | زخار خار دلم بست خار چین مرا

مژه بهم چو زنم می پرد چراغ از چشم
چه نور عشق بود چشم حسن بین مرا

شراب چهره فروزد چو مه جبین مرا | نگاه دود کند چشم شعله جبین مرا
بطاق ابروی جانان دلم چو دیده کشود | نمود بتکده چین حرم نشین مرا
چه گویمت که براه وفا چسان رفتم | دلم گرفته یسار و جگر یمین مرا
فلک بترس که سوزد نه ماه را خرمن | شراره که بود آه آتشین مرا
سوال بوسه از آن لعل بی بها کردم | بخنده گفت مگردان سیه نگین مرا
شنو که درد بگیرد بگوش دل شنو | فغان سرد حزین اثر قرین مرا
مپرس حاصل کد یمین ز ناکامان | که جوش آبله تر دارد آستین مرا
عروج طالع وارون من نزول آمد | ببین بزیر زمین چرخ هفتمین مرا

---

۱ دست رنج (بحر العجم) ۱۲

ملک جبیں نہد و مہر سجدہ اش سازد — فلک خورد نہ ہمیں مہرۂ زمین مرا
نہ بحرِ شعر ز سوزِ دلم فتاد آتش — زمین سوختہ بینند ہر زمین مرا

نماندہ جائے سخن ہیچ دم مزن با عشق
بخامشی ست سخن حرفِ آفرین مرا

ببیں بہارِ دلِ عجز آفرین مرا — گل فتادگیم سرو شد زمین مرا
بدیدہ اش چو قریں کردہ ام ہمی ہنجم — کہ تار راز رگِ ابر است آستین مرا
تو بعد کشتنِ من ہم ز کین بگذری — زبانِ تیغِ ستم گوید آفرین مرا
فلک ز اخترِ تاباں ہزار چشم کشود — کہ روئے بجند ماہ سرزمین مرا
ہزار فتنہ بپا می شود و میکہ شود — بخاکِ من گذرے حشر آفرین مرا
بآستانِ تو نازم کہ روکش بانی است — نگار خانۂ چیں می کند جبین مرا
فسون گریست قیامت دلِ ستم کشِ من — نیاز مند بجود کردہ نازنین مرا
ز مذہبِ ہمہ عالم جدا است مشربِ من — ستے قبول خدا کردہ است دین مرا

بخاکساری من عشق بین و گردش من
کہ آسمانست غبارے رہِ زمین مرا

اگر چہ طرفہ بود اشک آتشین مرا — کہ دادہ است بخون شستن آستین مرا
بزلفِ خویش بزن قلبِ آتشین مرا — سوار حلقۂ پر درد کن نگین مرا
نہ بسکہ حسرتِ من داغ یک چمن دارد — بہار وقف بود جیبِ آستین مرا

بجز بزلف و برخ و قد و آن تن نازک — بهار سنبل و گل سرو و یاسمین مرا

زبان کشایم و بر سامعان نهم منت — که آفرین بجهین ست آفرین مرا

دماغ فکر بعرش برین چگونه رسید — نه بحر شعر بجو بنید سر زمین مرا

نگاه شوق نه پابوس حسرتی باشد
گهر بدست بود عشق خوشه چین مرا

بعد از نیم مکن از خویشتن ای یار جدا — بوده آه جدا از من دلبیار جدا

شور شیرینی تو تازه کند در عالم — نمکین چهره جدا لعل شکربار جدا

پرده بردار و بیا حرف بزن میکشدم — شوق دیدار جدا حسرت گفتار جدا

می کشد بلبل دل را بتماشای چمن — سنبل زلف جدا آن گل رخسار جدا

باغ نظاره من آبله پر خار است — تا تو ای گل شدی از دیده خونبار جدا

نه همین بر تپشم آه زمین می لرزد — خرچ زن بر سر من گنبد دوار جدا

دیده از دیدن او سیر نگردد هرگز — چون توان ساختن از حسرت دیدار جدا

ناله زار بود باد بهار دیگر — خار خار دل بلبل شده گلزار جدا

بار یاب حرم وصل نگشتم یک بار — بار بر دل بنهم بهر چه هر بار جدا

جان ندارد دل من یا ز برای چه کشد — ابروش تیغ جدا زلف سیه مار جدا

سر زغم بر در و دیوار زدی عشق چه سود
در بهای تو جدا افتد و دیوار جدا

ای مهر رخت مطلع انوار یقین ها ای سلسلهٔ زلف تو شیرازهٔ دین ها
ای آئینهٔ سجدهٔ شوق تو جبین ها ای دیدهٔ مردم بره ات خاک نشین ها
ای شادی عشاق کجائی خبرت نیست در گریه زارند ز دردِ تو حزین ها
بهر دلِ وارسته چه امید گشادست داری رسنِ زلف پئے تسکین ها
مثلِ تو ز خوبان نشنیدیم و ندیدیم بسیار بدیدیم و شنیدیم از این ها
هم چشم نه ریزد ز جبینِ تو نزاکت چون جوهر آئینه نمایان شده چین ها
حسن است که کارِ نگه از گوشش بگیرد سرگشته بهر سوئے ز تو گوشه نشین ها
از ابرو و چشمِ تو دلم چون ببرد جان مژگانِ کمان دار کشادند کمین ها
ایدل غمِ تنهائیم از حیث هجران دارم ز محن طرفه بهر لحظه قرین ها
زان مهرِ تبسم بلبِ زخمِ خود ایدل خالی همه خاتم شده زالماس نگین ها
فرصت نشدش تا بشود قوتِ روانم یاقوت لبش منحو رواز بسکه یمین ها
کلکِ تو بود عشق رگِ ابر بهاران
در شعر چه سرسبز نمودست زمین ها

بیں گریۂ زار و قلق زان من غمناک را خونِ دلم رنگِ شفق شد دامنِ افلاک را
دادم دلِ صد چاک را بی بهره از ادراک را آن نرگسِ بیباک را آن غمزهٔ سفاک را
دیدار دارم آرزو بستی نظر از چارسو پرخون کنی تا کی بگو این چشمهای پاک را
در های شادی جان من بنگر مرا در پیرهن دارد بدستِ خویشتن زان صبح هم یک چاک را

مست بزم ای چشم نم، نگزاشتی شادی و غم
از خانهٔ دل دمیدم شستی خس و خاشاک را

ای ساقی دوران مدد، نوبت بگردش کی رسد
این خاک بر بادم خورد، آتش کہ آب تاک را

بر دل کدورت شد بلا، ساقی دوائے من کجا
باشد نہ مے بخشم جلا، آئینهٔ ادراک را

ساقی بمزد بندگی، غم را چنین پابندگی
بے مے چه باشد زندگی، خواہم خورم تریاک را

گر در بقا دمساز من بر جان کشد صد ناز من
ای طفل خاکک با زمن برباد کن این خاک را

غازہ گر دنیا و دین، آن ماہ شد تا بر زمین
صد فتنہ گرد راہ بین، آن قامت چالاک را

از زمرہ حسرت کشان، صید ترا بنود نشان
بینیم چشم خونفشان، ہر حلقۂ فتراک را

ای دل مرا ہر روز و شب، زہرے رسد زان تند لب
خود عشق گفتم زین سبب ہرگز ندارم باک را

آزاد می کنی ز الم پائے بند را
ظالم! بکش ز گردن عاشق کمند را

گر واکنی بحرف لب نوشخند را
دیگر سفید و سرخ نه بینیم قند را

باکت مباد از گلہ ناپسند ما
صد بند می نہی بزبان چون سپند را

بر خندہائے زخم دل زار دیدیت
در بوستان گذار گل ہرزہ خند را

زندان نہ بستۂ کہ توانی کشاد باز
واکن ز پائے بند محبت کمند را

با نالہ در آتش شوق تو جان دہم
فرصت بیک آن بیش نباشد سپند را

از زلف تابدار ز نگاہ حیا شعار
زیر و زبر مکن ہمہ پست و بلند را

غم را فدائے کشتۂ شوقِ تو دیدہ ام — قربان شدست عید بجان گوسپند را
در جوئے شیر خونِ دلم آب میدہد — شیریں بکامِ من چکنی زہر خند را

دانی کہ عشق را بدل است آرزو ہزار
تا چند بر تو عرضہ دہم شوق چند را

ناصح روا مدار برنداں گزند را — ضائع مساز موعظتِ سودمند را
دل دیدہ است از دہنت نقشِ نیستی — آبحیات جاں چکنی نوشخند را
چسپاں قبا بآن تنِ ہم رنگِ جاں مکن — برما چہ تنگ ساختہ جانِ نژند را
صفرا فزودہ ایم نداری بکامِ ما — زاں غبغب و دہن ز چہ نارنج و قند را
حیرانم از چہ غنچہ دہانانِ گلعذار — از خندہائے گل نگرفتند پند را

تقریرِ عشق از لبِ خاموش خوشتر است
برکش عناں کہ تند برانی سمند را

نازم خدنگِ شوخ سوارِ سمند را — کز سینہ دور کرد دلِ دردمند را
در فکرِ من مباش کہ جاں است بگسلد — با نازِ تو نیازِ منِ مستمند را
تا کامیاب چشم ز برقِ جمالِ اوست — سوز و سپند اشکِ علاجِ گزند را
توصیفِ سرو قدِ تو اے یار چوں کنم — نبود مجالِ سایہ چہ فکرِ بلند را
یارب چہ حیرت است کہ نادیدہ ام ترا — ماند نگہ بچشمِ ترم خار بند را
بیزار عالمے زمن از عشقِ تو شدہ ست — باشد کجی پسندِ منِ ناپسند را

خوش الوداعے میکنم هر شب بهجران خواب را
بنگر صدف گردیده چشمم گوهر سیماب را

بنگر بطاق ابروش جان من بیتاب را
قندیل دلسوز بچه روشن می کند محراب را

آئینه وار خاک کردی چشمهٔ مهتاب را
از من جدا یا رب مکن آن مهر عالمتاب را

پیش بصیرت سر بسر زرق نگاه و آه نیست
تا دیدهٔ مشتاق کردی هر دل بیتاب را

زهاد و رندان را قیامت شراب بیخودی
کز چشم و ابرو ساختی میخانه محراب را

از چشم کم بینید چرا صید دل از فکر ما
ترکی که دارد در کمان تیر نظر تاب را

سیر لب با مے بکن شب طفل شوخ نازنین
شیر و شکر بیجائے باشد ساغر مهتاب را

این بیمروت چرخ بین آزرده ناحق میدهد
گر آب غیرت میکشد راضی کنم دریا را

حیرت فروشی میکند تا پیش روی دلبران
آئینه داری می نماید دیده فتح باب را

آن شعلهٔ سیراب بین نیرنگ ساز عالم است
آتش زند در دل مرا و ز دیده ریزد آب را

فیضے ز صحبت برده ام راه یقین پیموده ام
زانرو ز جان خویشتن دارم عزیز اصحاب را

در کشتی دل عشق چون با رخطرها می کشم
من ساحل امن و امان انسته ام غرقاب را

زلف سیاهش می برد از دل قرار و تاب را
وان نرگس مخمور از چشمم رباید خواب را

آزرده نتوانم کنم چون خاطر احباب را
کز مے نباشد میکشم از چشم و دل خوناب را

گه موج دریا گشته ام ماندم گهے گرداب را
بسیار کردم جستجو آن گوهر نایاب را

سیرم نسازد شربتے سوزد همه لب تشنگی
کز لعل جانبخش کسے خواهم کشیدن آب را

از حالِ زارِ من مپرس از بسکہ مانند جانِ من / دلِ ماہیِ بے آب را ابروئے تو قلاب را
در خدمتِ او پیر گشتم طاقِ نیازش بر جبیں / زیں قامتِ خم می‌کنم صورتِ محراب را
در بیقراری جاں سپردن بیشتر بہبودِ دل / چوں می‌فزاید قدر و قیمت کشتہٴ سیماب را
گر صد ملامت میکنی از ما شکایت نشنوی / بر سازِ بے آوازِ ما ایجاں مزن مضراب را
تا گرمِ رفتاری شدم پائے طلب از خواب رفت / خار و خسِ ایں راہ مانند بسترِ سنجاب را
خوں در دلِ ناکامِ ما افسردہ ماند بسکہ دید / گردِ رہِ ہر کوچۂ زلفِ تو مشکِ ناب را
شمشیرِ نازِ دلبراں دریائے تردستی بود / زاں قطرہ آبے نیست در جو تشنہ قصاب را
سرگشتہٴ شوقِ توام در بے سرانجامی خوشم / شد سے پدرود کردم عالمِ اسباب را
دیوانہ ات در کارِ خود بنگر چہ ہشیار آمدہ / ایں فہم و دانش کے بود در سر اولوالالباب را
از طالعِ بیدار ایں دولت نصیبم کے شود / با زلف و روئے او کنم سیرِ شبِ مہتاب را
یا در علیخانِ بہادر فیض بخشِ عالم است / خورشید یا دریا بود نائب ہمیں نواب را

عقلِ شبک سر عاقبت عاجز شد در جوشِ عشق
آرے خسی گیرد عناں چو تندرو سیلاب را

چارہ زاں روئے نکو نیست مرا / فکرِ جانکاہی خو نیست مرا
نشدی مشتِ غبارم بر باد / گر سرِ آں سرِ کو نیست مرا
دم از آں زلف زنم نتواں گفت / بر زباں آمدہ مو نیست مرا

لہ: شہاب جنگ، مختار الدولہ، افتخار الملک، ولادت ۱۲۴۶ھ، ۱۲۸۰ھ میں مدار المہام ہوئے، ۱۳۱۳ھ میں وظیفہ پایا، ۱۳۲۳ھ میں انتقال کیا۔ ۱۲

کے ز بیدادِ لبِ خاموشش — از فغاں پارہ گلو نیست مرا

چارہ چاکِ جگرِ تنگ دلی — غنچہ ساں فکرِ رفو نیست مرا

خوں دریں بزم چو ساغر نخورم — چشم بر دستِ سبو نیست مرا

برگِ گل از چمن رنگ کہ ام — ہم زبانی کہ ز بو نیست مرا

در غبارِ دلش ام تخمِ امید — ریشہ در خاک فرو نیست مرا

چہ کند با تو چو آتش خوئے — دل کہ از آہن و رو نیست مرا

مطلبِ خویش بخود میگویم — التیا ز من و تو نیست مرا

غل بگردن منم از غلغل خویش
در جنوں عشق غلو نیست مرا

در ضمیرم چو جز او نیست مرا — نفسے نیست کہ ہو نیست مرا

ہر چہ گویم نکند دل باور — اعتمادے چو برو نیست مرا

سر من زلف تو گوئے چوگان — گو تگو گوئے[1] تگو نیست مرا

فرصتم نیست ز شکرت آید دست — کہ شکایت ز عدو نیست مرا

چوں کنم طوفِ رخِ او من بدار — ز آبرو آبِ وضو نیست مرا

پائے آں سروِ رواں چوں بوسم — لب بکامِ لبِ جو نیست مرا

بستۂ زلفِ توام میدانی — پیچ و تابے بسرِ مو نیست مرا

له : بمعنی تشک استعمال کرد ۱۲ ۔